اپنے گھروں کو بچائیے

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ

ادارۃ المعارف کراچی ۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اپنے گھروں کو بچایئے

حمد و ستائش اس ذات کے لئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا اور دُرود و سلام اس آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر جنہوں دُنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

زمانہ اس تیزی سے بدل رہا ہے کہ جس انقلاب کو پہلے ایک طویل مدّت درکار ہوتی تھی، اب وہ دیکھتے ہی دیکھتے رُونما ہوجاتا ہے۔ آج کے ماحول کا، زیادہ نہیں، پندرہ بیس سال پہلے کے وقت سے موازنہ کرکے دیکھئے، زندگی کے ہر شعبے میں کایا پلٹی ہوئی نظر آئے گی، لوگوں کے افکار و خیالات، سوچنے سمجھنے کے انداز، معمولاتِ زندگی، معاشرت، رہن سہن کے طریقے، باہمی تعلقات، غرض زندگی کے ہر گوشے میں ایسا انقلاب برپا ہوگیا ہے کہ بعض اوقات سوچنے سے حیرت ہوجاتی ہے۔

کاش! یہ برق رفتاری کسی صحیح سمت میں ہوتی تو آج یقیناً ہماری قوم کے دن پھر چکے ہوتے، لیکن حسرت، افسوس اور نا قابلِ بیان افسوس اس بات کا ہے کہ یہ ساری برق رفتاری اُلٹی سمت میں ہو رہی ہے، کسی شاعرِ حکیم نے یہ مصرعہ مغرب کے لئے کہا تھا، مگر آج یہ ہمارا اپنا حال بن چکا ہے کہ ؎

تیز رفتاری ہے، لیکن جانبِ منزل نہیں

اس بات کو کب اور کس کس عنوان سے کہا جائے کہ پاکستان اسلام کے لئے بنا تھا، اس لئے بنا تھا کہ یہاں کے باشندے اَحکامِ الٰہی کا عملی پیکر بن کر دُنیا بھر کے لئے ایک قابلِ تقلید مثال قائم کریں، لیکن ہماری ساری تیز رفتاری اس کی بالکل مخالف سمت میں صرف ہوتی رہی اور آج تک ہو رہی ہے۔ جن گھروں سے کبھی کبھی تلاوتِ قرآن کی آواز آجایا کرتی تھی، اب وہاں صرف فلمی نغمے گونجتے ہیں، جہاں کبھی اللہ و رسول ﷺ اور اسلافِ اُمت کی باتیں ہوجایا کرتی تھیں، اب وہاں باپ بیٹوں کے درمیان بھی ٹی وی فلموں پر تبصرے ہی زیرِ بحث رہتے ہیں، جن گھرانوں میں کبھی کسی اجنبی عورت کی تصویر کا داخلہ محال تھا، اب وہاں باپ بیٹیاں اور بہن بھائی اور بہن بھائی ایک ساتھ بیٹھ کر نیم برہنہ رقص دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں، جن خاندانوں میں کبھی حرام آمدنی سے آگ کے انگاروں کی طرح پرہیز کیا

جاتا تھا، اب وہاں نسلیں کی نسلیں سود، رشوت اور قمار سے پروان چڑھ رہی ہیں، جو خواتین پہلے برقع کے ساتھ باہر نکلتی ہوئی ہچکچاتی تھیں، اب وہ دوپٹے تک کی قید سے آزاد ہو رہی ہیں۔ غرض اسلامی اَحکام سے عملی اعراض اس تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ مستقبل کا تصوّر کر کے بعض اوقات رُوح کانپ اُٹھتی ہے۔

اس تشویشناک صورتِ حال کے یوں تو بہت سے اسباب ہیں، لیکن اس وقت اس کے صرف ایک سبب کی طرف توجہ دلانا مقصود ہے، خدا کرے کہ اسے اسی توجہ اور اہتمام کے ساتھ سن اور سمجھ لیا جائے جس کا وہ مستحق ہے۔

وہ سبب یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں جو لوگ دین دار سمجھے جاتے ہیں، وہ بھی اپنے گھر والوں کی دینی اصلاح و تربیت سے بالکل بے فکر ہو کر بیٹھ گئے ہیں۔ اگر آپ اپنے گرد و پیش کا جائزہ لیں تو ایسی بیسیوں مثالیں آپ کو نظر آجائیں گی کہ ایک سربراہِ خاندان اپنی ذات میں بڑا نیک اور دین دار انسان ہے، صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے، سود و رشوت، قمار اور دُوسرے گناہوں سے پرہیز کرتا ہے، اچھی خاصی دینی معلومات رکھتا ہے اور مزید معلومات حاصل کرنے کا شوقین ہے، لیکن اس کے گھر کے دُوسرے افراد پر نگاہ ڈالئے تو ان میں ان اوصاف کی کوئی جھلک خوردبین لگا کر بھی نظر نہیں آتی،

مذہب، خدا، رسول ﷺ، قیامت اور آخرت جیسی چیزیں سوچ بچار کے موضوعات سے یکلخت خارج ہو چکی ہیں، ان کی بڑی سے بڑی عنایت اگر کچھ ہے تو یہ کہ وہ اپنے ماں باپ کے مذہبی طرزِ عمل کو گوارا کر لیتے ہیں، اس سے نفرت نہیں کرتے، لیکن اس سے آگے نہ وہ کچھ سوچتے ہیں، نہ سوچنا چاہتے ہیں۔

کوئی شک نہیں کہ ہر شخص اپنے عمل کا ذمہ دار ہوتا ہے، اور اولاد کی مکمل ہدایت ماں باپ کے قبضۂ قدرت میں نہیں ہے، نوح علیہ السلام کے گھر میں بھی کنعان پیدا ہو جاتا ہے، لیکن یہ فریضہ تو ہر مسلمان کے ذمہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اپنی پوری کوشش صرف کر دے، اگر کوشش کے باوجود راہِ راست پر نہیں آتے تو بلاشبہ وہ اپنی ذمہ داری سے بَری ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس مقصد کی طرف کوئی دِلی توجہ نہیں کرتا، اور اس نے اپنے تئیں دین پر عمل کر کے اپنے گھر والوں کو حالات کے دھارے پر بے فکری سے بہتا چھوڑ دیا ہے، تو وہ ہرگز اللہ کے نزدیک بَری نہیں ہے، اس کی مثال بالکل اس احمق کی سی ہے جو اپنے بیٹے کو خودکشی کرتے ہوئے دیکھے اور یہ کہہ کر الگ ہو جائے کہ جوان بیٹا اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔

کنعان بلاشبہ حضرت نوح علیہ السلام ہی کا بیٹا تھا، اور آخر دَم

تک اس کی اصلاح نہ ہوسکی، لیکن یہ بھی تو دیکھئے کہ اس کے جلیل القدر باپ نے اسے راہِ راست پر لانے کے لئے کیا کیا جتن کئے؟ کیسے کیسے پاپڑ بیلے؟ کس کس طرح خون کے گھونٹ پی کر اسے تبلیغ کی؟ اس کے بعد بھی اس نے اپنے لئے سفینۂ ہدایت کے بجائے کفر و ضلالت کی موجیں ہی منتخب کیں، تو بے شک حضرت نوح علیہ السلام اس کی ذمہ داری سے بَری ہوگئے لیکن کیا آج کوئی ہے جو اپنی اولاد کی اصلاح کے لئے فکر و عمل کی اتنی توانائیاں صَرف کر رہا ہو؟

قرآنِ کریم نے ایک مسلمان پر صرف اپنی اصلاح کی ذمہ داری عائد نہیں کی، بلکہ اپنے گھر والوں، اپنی اولاد، اپنے عزیز و اقارب اور اپنے اہلِ خاندان کو راہِ راست پر لانے کی کوشش بھی اس پر ڈالی ہے، سرورِ کائنات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ اُحکامِ الٰہی پر کاربند کون ہوگا؟ لیکن آپ ﷺ پر بھی نبوّت کے بعد جو سب سے پہلا تبلیغی حکم نازل ہوا وہ یہ تھا کہ:-

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ. (الشعراء:۲۱۴)

ترجمہ:- اور آپ (ﷺ) اپنے قریبی اہلِ خاندان کو (عذابِ الٰہی سے) ڈرایئے۔

چنانچہ اسی حکم کی تعمیل فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہلِ خاندان کو کھانے پر جمع فرمایا اور کھانے کے بعد ایک مؤثر

خطبہ دیا جس کے مندرجہ ذیل جملے روایات میں محفوظ رہ سکے ہیں:-

یا فاطمة بنت مُحمَّد! یا صفیة ابنة عبدالمطلب! یا بنی عبدالمطلب! لا املک لکم من اللہ شیئًا، سلونی ما شئتم.

یا بنی عبدالمطلب! انی واللہ ما أعلم شابًّا من العرب جاء قومه بأفضل مما جئتکم به، انّی قد جئتکم بخیر الدنیا والاٰخرة، وقدّ أمرنی اللہ أن أدعوکم الیه فأیّکم یوازرنی علی هذا الأمر علی أن یکون أخی.

(تفسیر ابنِ کثیر ج:۳ ص:۳۵۰، ۳۵۱، المکتبۃ التجاریۃ، مصر ۱۳۵۶ھ)

ترجمہ:- اے فاطمہ بنتِ محمد! اے صفیہ بنتِ عبدالمطلب! اے بنی عبدالمطلب! مجھے اللہ کی طرف سے تمہارے حق میں کوئی اختیار نہیں، تم (میرے مال میں سے) جتنا چاہو مجھ سے مانگ لو۔ اے بنی عبدالمطلب! خدا کی قسم جو چیز میں تمہارے پاس لے کر آیا ہوں، مجھے عرب میں کوئی جوان ایسا معلوم نہیں جو اپنی قوم کے پاس اس چیز سے بہتر کوئی شے لایا ہو۔ میں تمہارے پاس دُنیا اور آخرت کی بھلائی لایا

ہوں اور مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تم کو اس کی طرف
دعوت دوں، تم میں سے کون ہے جو اس کام میں
میرے ہاتھ مضبوط کرے اور اس کے نتیجے میں میرا
بھائی بن جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام انبیاء علیہم السلام کی سنت یہی رہی ہے کہ انہوں نے اپنی تبلیغ کا آغاز اپنے گھر والوں سے کیا، اور خود اَحکامِ الٰہی پر کاربند ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے اہلِ خانہ کی دینی تربیت پر اپنی پوری توجہ صرف فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے وفات سے پہلے اپنی اولاد کو جمع کر کے جو وصیت فرمائی اس کا تذکرہ قرآنِ کریم نے اس طرح کیا ہے:-

اِذْ قَالَ لِبَنِیْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِیْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ
اِلٰـهَکَ وَاِلٰـهَ اٰبَآئِکَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِیْلَ
وَاِسْحٰقَ اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ.

(البقرۃ:۱۳۳)

ترجمہ:- جب (یعقوبؑ نے) اپنے بیٹوں سے کہا کہ:
تم میرے بعد کس کی عبادت کروگے؟ انہوں نے کہا
کہ: ہم اس ذاتِ پاک کی پرستش کریں گے جس کی
آپ اور آپ کے آباء و اجداد ابراہیم، اسماعیل اور

اسحٰق (علیہم السلام) پرستش کرتے آئے ہیں، یعنی وہی معبود جو وحدہٗ لاشریک ہے، اور ہم اسی کی اطاعت پر (قائم) رہیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام دُعا فرماتے ہیں:-

رَبِّ اجْعَلْنِیْ مُقِیْمَ الصَّلٰوۃِ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ، رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ. (ابراہیم:۴۰)

ترجمہ:- اے میرے پروردگار! مجھے بھی نماز کا پابند بنایئے اور میری اولاد کو بھی، اے ہمارے پروردگار! میری دُعا قبول کر لیجئے۔

انبیاء علیہم السلام کی ایسی ایک دو نہیں دسیوں دُعائیں منقول ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی اولاد اور اہلِ خاندان کی دینی اصلاح کی فکر ان حضرات کی رَگ رَگ میں سمائی ہوئی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں تمام مسلمانوں کو خود عذابِ الٰہی سے بچنے کی تاکید فرمائی وہاں گھر والوں کو بھی اس سے بچانے کی ذمہ داری ان پر عائد کی ہے، ارشاد ہے:-

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا.
(التحریم:٦)

ترجمہ:- اے ایمان والو! اپنی جانوں کو اور اپنے گھر

والوں کو آگ سے بچاؤ۔

نیز ارشاد فرمایا:-

وَأْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا. (طٰہٰ:۱۳۲)

ترجمہ:- اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دو اور خود بھی اس کی پابندی کرو۔

قرآن و حدیث کے یہ واضح اَحکام اور انبیاء علیہم السلام کی یہ سنتِ جاریہ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ ایک مسلمان کے ذمہ صرف اپنی ذات کی دینی اصلاح ہی نہیں ہے، بلکہ اپنی اولاد اور اپنے گھر والوں کی دینی تربیت بھی اس کے فرائض میں داخل ہے، اور درحقیقت اس کے بغیر انسان کا خود دین پر ٹھیک کاربند رہنا ممکن بھی نہیں ہے۔ اگر کسی شخص کا سارا گھریلو ماحول دین بیزار اور خدا ناآشنا ہوتو خواہ وہ اپنی ذات میں کتنا دین دار کیوں نہ ہو، ایک نہ ایک دن اپنے ماحول سے ضرور متأثر ہوگا، اس لئے خود اپنے آپ کو استقامت کے ساتھ صراطِ مستقیم پر رکھنے کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ اپنے گردوپیش کو فکر وعمل کے اعتبار سے اپنا ہم مشرب بنایا جائے۔

آج ہمارے بگاڑ کی ایک بہت بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے اس فریضے سے یکسر غافل ہو چکے ہیں۔ بڑے بڑے دین دار گھرانوں میں نئی نسل کی دینی تربیت بالکل خارج اَز بحث ہوگئی ہے، اور اگلے وقتوں

کے لوگ حالات کے آگے سپر ڈال کر اپنی اولاد کو زمانے کے بہاؤ پر چھوڑ چکے ہیں۔

بعض حضرات یہ بھی کہتے سنے گئے ہیں کہ ہم نے تو اپنے اہلِ خانہ کو دینی رنگ میں رنگنے کی بڑی کوشش کی لیکن زمانے کی ہوا ہی ایسی ہے کہ ہمارے وعظ ونصیحت کا ان پر کچھ اثر نہ ہوا، مگر بعض اوقات یہ خیال شیطان کے دھوکے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ سوال یہ ہے کہ آپ نے کتنی لگن، کتنے اضطراب اور کتنی دِل سوزی کے ساتھ یہ کوششیں کی ہیں؟ اگر آپ کی اولاد جسمانی طور پر بیمار ہوجائے یا اس کا کوئی عضو خدانہ کرے آگ میں جلنے لگے تو آپ اپنے دِل میں کتنی تڑپ محسوس کرتے ہیں؟ اور یہ تڑپ آپ سے کیسے کیسے مشکل کام کرالیتی ہے، سوال یہ ہے کہ کیا اپنی اولاد کو گناہوں میں مبتلا دیکھ کر بھی کبھی آپ نے اتنی تڑپ محسوس کی ہے؟ اگر واقعۃً اولاد کی دینی اور اخلاقی تباہی کو دیکھ کر آپ میں اتنی ہی تڑپ پیدا ہوئی ہے جتنی اسے بیماری دیکھ کر ہوتی ہے، اور آپ نے اسے دینی تباہی سے بچانے کی ایسی ہی کوشش کی ہے جتنی جسمانی ہلاکت سے بچانے کے لئے کرتے ہیں، تو بلاشبہ آپ نے اپنا فریضہ ادا کردیا۔

لیکن اگر آپ نے اپنے گھر والوں کی دینی تربیت میں اتنی لگن، ایسے جذبے اور اتنی کاوش کا مظاہرہ نہیں کیا تو کیا وجہ ہے کہ ایک معمولی

سی آگ اپنے بچے کے قریب دیکھ کر آپ کے سینے پر سانپ لوٹ جاتے ہیں، اور جہنم کی ابدی آگ جس سے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں اسے آپ اپنی اولاد کے سامنے منہ کھولے دیکھتے ہیں، مگر آپ کی محبت و شفقت کوئی جوش نہیں مارتی؟ اگر آپ اپنے ننھے سے بچے کے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول دیکھ لیتے ہیں تو اس کے رونے دھونے کی پروا کئے بغیر جب تک اس کے ہاتھ سے وہ پستول چھین نہ لیں چین سے نہیں بیٹھ سکتے، لیکن کیا وجہ ہے جب وہی اولاد آپ کو دینی تباہی کے آخری سرے پر نظر آتی ہے تو آپ صرف ایک دو مرتبہ زبانی وعظ و نصیحت کرکے یہ سمجھ لیتے ہیں کہ آپ نے اپنا فرض ادا کر دیا؟

سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے کبھی سنجیدگی اور اہتمام کے ساتھ اپنے گھر کی اصلاح کی مؤثر تدبیریں سوچی ہیں؟ جس لگن اور دِلچسپی کے ساتھ آپ اپنی اولاد کے لئے روزگار تلاش کرتے ہیں، کیا اتنی لگن کے ساتھ اس کی تربیت کے راستے تلاش کئے ہیں؟ جس خضوع و خشوع اور سوزِ قلب کے ساتھ آپ ان کی صحت کے لئے دُعائیں کرتے ہیں، کیا اسی طرح آپ نے ان کے لئے اللہ سے صراطِ مستقیم طلب کی ہے؟ اگر ان میں سے کوئی کام آپ نے نہیں کیا تو آپ کو اپنے اہلِ خانہ کی ذمہ داری سے سبکدوش سمجھنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا۔

ان ساری گزارشات کا منشأ صرف یہ ہے کہ نئی نسل جس برق

رفتاری کے ساتھ فکری گمراہی اور عملی بے راہ روی کی طرف بڑھ رہی ہے اس کا پہلا موٴثر علاج خود ہمارے گھروں میں ہونا چاہئے۔ اگر مسلمانوں میں اپنے گھر کی اصلاح کا خاطر خواہ جذبہ، اس کی سچی لگن اور اس کی حقیقی تڑپ پیدا ہو جائے تو یقین کیجئے کہ آدھی سے زائد قوم خود بخود سدھر سکتی ہے۔

اگر کوئی ''دین دار'' شخص یہ سمجھتا ہے کہ میری اولاد خدا بیزاری کی جس راہ پر چل رہی ہے، حقیقت میں اس کے لئے وہی راہ دُرست ہے اور ہم نے اپنے گرد مذہب و اخلاق کے بندھن باندھ کر غلطی کی تھی تو ایسے ''دین دار'' کے حق میں تو دُنیا و آخرت دونوں کے خسارے پر ماتم کرنے کے سوا اور کیا کیا جاسکتا ہے؟ لیکن اگر آپ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ آپ کا دین، دینِ برحق ہے، اور مرنے کے بعد جزا و سزا کے مراحل پیش آنے والے ہیں، تو پھر خدا کے لئے اپنی اولاد کو بھی اس جزا و سزا کے دن کے واسطے تیار کیجئے، اسے ضروری دینی تعلیم دلوایئے، اس کے ذہن کی شروع ہی سے ایسی تربیت کیجئے کہ اس میں نیکیوں کا شوق اور گناہوں سے نفرت پیدا ہو، اس کی صحبت اور اس کا ماحول دُرست رکھنے کا اہتمام کیجئے، اپنے گھروں کو تلاوتِ قرآن اور اسلافِ اُمت کے تذکروں سے آباد کیجئے، گھر میں کوئی ایسا وقت نکالئے جس میں سارے گھر والے

اجتماعی طور پر دینی کتب کا مطالعہ کریں، اپنے ذاتی عمل کو ایسا دِلکش بنایئے کہ اولاد اس کی تقلید کرنے میں فخر محسوس کرے، اپنے اہل و عیال اور اقارب واحباب کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دُعائیں کیجئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے اور رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اس کے بعد بھی ہوسکتا ہے کہ چند مثالیں ایسی باقی رہ جائیں جو اپنی بدخمیری کی وجہ سے اصلاح پذیر نہ ہوسکیں، لیکن یقین ہے کہ اگر اس مقصد کے لئے اتنا اہتمام کرلیا گیا تو نئی نسل کی ایک بھاری اکثریت راہِ راست پر آجائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کی محنت اور کوشش میں برکت دی ہے، اور دین کی دعوت وتبلیغ میں جو محنت کی جائے اس کی کامیابی کا خصوصی وعدہ کیا گیا ہے، اس لئے ناممکن ہے کہ اپنے گھر کی اصلاح کی یہ کوشش بالکل بارآور نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۲۵/ربیع الاوّل ۱۴۰۳ھ

محمد تقی عثمانی